نماز کیوں نہیں پڑھیں گے، ظاہر ہے کہ والد صاحب کا یہ کہنا اپنے والد (حضرت لطیفیؒ) کے مسلک کے عین مطابق تھا۔ حضرت مخدوم صاحبؒ کی عمر حضرت لطیفیؒ کے انتقال کے وقت قریب ۲۳ سال تھی ان کی ۲ شادیاں یکے بعد دیگر ہو چکی تھیں اور ۳، بچے پیدا ہو کر انتقال کر چکے تھے اور ان کی تعلیم دورۂ حدیث سے ایک سال پہلے تک کی ہو چکی تھی۔

مولانا محمد عابد چندی پوری کا حال: حضرت لطیفیؒ کا تذکرہ ہو اور مولانا عابد کا ذکر نہ ہو تو یہ کہانی ادھوری رہ جائے گی۔ اس لئے کہ ان کے تمام خلیفوں اور شاگردوں میں اولیت ان ہی کو حاصل ہے، اس لئے کہ ان کا کوئی خلیفہ ایسا نہیں (سوائے حضرت امام مظفرؒ کے) جو شروع سے اخیر تک یعنی دورۂ حدیث تک ان کا شاگرد رہا ہو۔ اور پھر سہسرام سے کنہر یا تک اور پھر وہاں سے رحمٰن پور تک حضرت لطیفیؒ کے ساتھ رہا ہو اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد ان کے مدرسہ میں مدرس رہا ہو۔ یہاں تک کہ حضرت مخدوم صاحب کو پڑھایا بھی ہو یہی نہیں بلکہ وہ بے انتہا خلوص اور فرماں برداری کے ساتھ حضرت لطیفیؒ کی خدمت کے لئے اپنے کو وقف کر چکے تھے۔ اس کا اندازہ ایک واقعہ سے ہوتا ہے وہ یہ کہ اُس زمانہ میں سیپٹک لیٹرین نہیں ہوتے تھے۔ لیٹرین پختہ بنا ہوا تھا اور نیچے ایک بڑا سا کنٹر رکھ دیا جاتا تھا، ہفتہ میں ایک بار مہتر آتا صاف کر جاتا تھا۔ ایک دفعہ مہتر کے آنے میں کسی وجہ سے دیر ہوئی اور گندگی بہت ہوگئی تو رات کو حضرت لطیفیؒ نے کہا عابد میاں صبح کسی کو بھیج کر مہتر کو بلوالو گندگی بہت ہوگئی ہے۔ صبح سویرے حضرت لطیفیؒ لیٹرین گئے تو اس کو صاف پایا فجر کی نماز کے بعد سب سے پوچھنا شروع کیا تو لوگوں نے کہا پتہ نہیں پھر مولانا عابد سے پوچھا کیا تم نے صاف کیا ہے تو وہ کچھ نہیں بولے چپ چاپ سر جھکائے کھڑے رہے مولانا لطیفیؒ سمجھ گئے اور کہا کہ ہم نے تم کو یہ تو نہیں کہا تھا ایک اور بات یہ کہ میری دادی (اہلیہ حضرت لطیفیؒ) نے بتایا کہ حضرت لطیفیؒ نے ہم سے کہا تھا کہ ہم نے عابد پر بہت محنت کی ہے وہ میرا دَر کبھی نہیں چھوڑے گا۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ دادی جان کی زندگی میں مولانا عابد صاحب ایک گھڑا شہد اور ایک گھڑا خالص گھی دادی کو بھیجتے تھے اور عرس میں برابر آتے اور ان

کی خدمت میں نذر بھیجتے تھے اور جب بھی رحمٰن پور سے گذرتے تو اتر کر فاتحہ پڑھتے اور نذر بھیجتے تھے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ اپنے پیر کے گھرانے کے ہر فرد کا بڑا احترام کرتے تھے ایک دفعہ انہوں نے ایک خط میں میرا نام یوں لکھا ''مولانا شاہ فیاض عالم صاحب قبلہ'' جبکہ وہ میرے والدؒ کے استاذ تھے۔ دارالعلوم لطیفی کے قیام کے بعد افتتاح کے لئے انہوں نے اپنے دونوں پیر بھائیوں (حضرت مخدوم صاحب اور حضرت خواجہ صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ) کو بلایا۔ دونوں نے دوسرے مقامات میں جانے کا وعدہ کرلیا تھا تو مجھے نمائندہ بنا کر بھیجا میں ان دنوں مدرسہ الٰہیات سے فارغ ہوکر گھر میں بیٹھا تھا میں کٹیہار گیا۔

صبح میں حکیم عبدالغفار کے یہاں سے ناشتہ کر کے فقیر تکیہ مسجد گیا وہاں لوگ میرا انتظار کررہے تھے ممبر کے پاس مولانا محمد عابد صاحب اور ان کے پیر بھائی مولانا شرف الدین صاحب حفیظیؒ حضرت لطیفیؒ کے خلیفہ بیٹھے تھے میں چپ چاپ مسجد کے اتر دروازہ سے مسجد میں داخل ہوا اور ایک کونے میں بیٹھ گیا کسی نے مجھے دیکھ لیا اور کہا شاہ فیاض عالم آگئے یہ سنتے ہی دونوں حضرات کھڑے ہوگئے اور مجھے اپنے پاس بلایا۔ میں نے کہا میں یہیں ٹھیک ہوں لیکن مولانا حضرات نے اصرار کر کے مجھ بلایا اور مجھے دونوں کے درمیان بیٹھنا پڑا میں جب بیٹھا تو وہ حضرات بھی بیٹھ گئے۔ میرا حال یہ تھا کہ میری داڑھی نہیں نکلی تھی مونچھیں ہلکی ہلکی تھیں اجنبی لوگ حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ یہ کمسن لڑکا کون ہے اور اس کی اتنی عزت افزائی کیوں ہورہی ہے لیکن جاننے والے جانتے تھے کہ یہ حضرت مولانا حفیظ الدین کا پوتا ہے۔

اس کے بعد افتتاح کی کارروائی شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کے بعد چند لڑکے ''میزان'' (عربی قواعد کی پہلی کتاب) شروع کرنے کے لئے آئے۔ مولانا محمد عابد صاحبؒ نے مجھ سے کہا کہ آپ شروع کرائیے میں نے کہا آپ شروع کرائیے۔ انہوں نے پھر مجھ سے کہا میں نے کہا کہ آپ میرے والد کے استاذ اور حضرت لطیفیؒ کے خلیفہ اور دارالعلوم لطیفی کے بانی ہیں آپ کے سامنے میں شروع کراؤں یہ نہیں ہوسکتا یہ تاریخی موقع ہے اس لئے آپ ہی کو

افتتاح کرنا چاہیئے غرض ان کے اصرار کے ساتھ میرا انکار بھی شدید ہوا تب مولانا محمد عابد صاحب مشرقی بانی دارالعلوم لطیفی نے دارالعلوم کا افتتاح کیا۔میزان شروع کرانے کے بعد بخاری شریف کی باری آئی اور وہ بھی شروع کرائی گئی اور دعاء پر افتتاحی تقریب ختم ہوئی۔اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا محمد عابد صاحب اپنے استاذ، پیرومرشد اور مربی حضرت لطیفی سے کس قدر دلی تعلق رکھتے تھے اور ان کی اولاد در اولاد کا بھی کتنا زیادہ احترام کرتے تھے ان ہی باتوں سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے پیرومرشد حضرت مولانا حفیظ الدین لطیفی کے مسلک کو کتنی مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہوں گے ساتھ ہی وہ حضرت لطیفی کے مسلک صلح کل کے حامی تھی جس کا ذکر مضمون کے شروع میں دیوان لطیفی کے حوالہ سے لکھ چکا ہوں اور دوسری کتابوں کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وہ اختلاف ومخالفت کو عذاب تصور کرتے تھے اور دوسرے واقعات وحالات سے یہ باتیں بتا چکا ہوں۔یہی وجہ ہے حضرت لطیفی کے شروع سے اخیر تک شاگرد رہے ان کی تربیت یافتہ سہسرام سے کنہر یا اور پھر اخیر میں رحمٰن پور تک ان کے ساتھ رہے مولانا محمد عابد صاحب نے دارالعلوم کے قیام کے وقت ایک بنیادی اصول اور پالیسی طے کی کہ دیوبندی، بریلوی سے بلند ہو کر خالص دینی تعلیم مدرسہ میں دی جائے گی جو ایک فرقہ سے متعصبانہ تعلق رکھتے تھے انہوں نے اس پالیسی پر اعتراض کیا لیکن مولانا محمد عابد صاحب اس موقف سے پیچھے نہیں ہٹے اور کیوں ہٹتے وہ تو اپنے پیرومرشد کے اصولوں پر دارالعلوم قائم کر رہے تھے جو ان کے تخلص کے ساتھ ان کی یادگار بھی ہے کیونکہ حضرت مولانا حفیظ الدین لطیفی نہ تو دیوبند سے فارغ تھے اور بریلوی مدرسہ کا تو اس وقت وجود بھی نہیں تھا حضرت لطیفی ۱۸۲۰ء میں پیدا ہوئے اور احمد رضا خانصاحب ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے یعنی یہ حضرت لطیفیؒ سے ۳۶ برس چھوٹے تھے۔خانصاحب کسی مدرسہ سے فارغ نہیں تھے۔آدھی تعلیم حاصل کر کے ذہانت کے زور پر مطالعہ کیا اور ایک مدرسہ قائم کیا پھر بریلوی مسلک کے بانی بنے۔حضرت لطیفی خانصاحب کی پیدائش سے بہت پہلے فارغ ہوئے اور کئی کتابوں کے مصنف بن چکے تھے اس لئے ان کا

بریلوی ہوناوہم وگمان سے دور ہے۔

مولانا محمد عابد صاحب نے دارالعلوم لطیفی میں استادوں کی بحالی میں غیر جانبداری کا خیال رکھتے ہوئے دونوں طبقوں کے علماء کو بحال کیا تاکہ دونوں طبقوں مین میل ملاپ ہواور دارالعلوم سے جوطلبہ فارغ ہوں وہ فرقہ بندی سے الگ رہیں۔

دارالعلوم اور بحرالعلوم کا قضیہ:

کچھ لوگوں کودارالعلوم کی غیر جانبداری کا طریقہ پسند نہیں تھا وہ دارالعلوم کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگئے۔ان کو ایک تدبیر یہ سوجھی کہ چندی پور کا تعلق رحمٰن پورے سے اور رحمٰن پور کا تعلق بارگاہ عشق میتن گھاٹ سے ہے، ساتھ ہی یہ کہ حضرت شاہ لطیف علی رحمۃ اللہ علیہ مولانا حفیظ الدین کے پیر تھے اور پیر کی مناسبت سے ''لطیفی'' تخلص کرتے تھے ان دنوں حضرت شاہ حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ میتن گھاٹ خانقاہ کے گدی نشیں تھے ان کے پیر حضرت شاہ امجد حسین رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پیر حضرت شاہ لطیف علی تھے اس لئے ان حضرات نے حضرت شاہ حمید الدین کوورغلاکر دارالعلوم لطیفی کے خلاف ان لوگوں کی تحریک کی سرپرستی کی درخواست کی اوران سے کہا کہ حضرت دودیوبندی مدرس دارالعلوم میں بحال کئے گئے ہیں اس کی مخالفت میں ہم الگ مدرسہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔آپ ہماری سرپرستی کیجئے۔حضرت شاہ حمید الدینؒ نے پوچھا کہ مدرسہ کا نام کیا ہے بتایا گیا''دارالعلوم لطیفی''توانہوں نے فرمایا''لطیفی ہے نہ''؟لوگوں نے کہا''ہے''توپھرفرمایا یہ توہمارا ادارہ ہے اس میں اگر کوئی خرابی ہے تو ہم اس کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔

حضرت شاہ حمید الدین اور مولانا عابد:

یہ واقعہ کھوپرا گاؤں کا ہے یہ گاؤں ضلع کٹیہار کے اعظم نگر بلاک میں واقع ہے یہاں مولانا محمد عابد صاحب کے مرید کافی تعداد میں ہیں ایک ایسے ہی گھرانے میں ایک خاتون دوسرے گاؤں، بالوگنج کی تھیں یہ بھی مولانا عابد صاحب سے مرید تھیں لیکن ان کے بھائی

میتن گھاٹ سے مرید تھے اور اس زمانہ میں دارالعلوم کے خلاف کچھ لوگ تحریک چلا رہے تھے اس خاتون کے بھائی نے اپنی بہن کو سمجھا بجھا کر اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ حضرت شاہ حمیدالدین صاحب سجادہ نشین، میتن گھاٹ سے مرید ہو جائیں۔ شاہ صاحب کھوپڑا تشریف لئے گئے۔ مولانا عابد صاحب کے مریدوں نے عزت واحترام کے ساتھ ان کو رکھا ان کی میزبانی کی ان سے کہا گیا کہ اندر ایک خاتون آپ سے مرید ہونا چاہتی ہیں، وہ اندر تشریف لے گئے کمرے میں پردے کے پیچھے وہ خاتون تھیں دروازہ سے باہر برآمدہ میں شاہ صاحب۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا ارادہ ہے۔ اس درمیان آنگن کے لوگ اپنی زبان میں بولنے لگے کہ یہ تو مولانا عابد صاحب سے مرید ہو چکی ہیں یہ بات شاہ صاحب کے کان میں پڑی اور وہ سمجھ گئے کہ کوئی بات ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے تب ان کو صاف صاف بتایا کہ وہ مولانا عابد صاحب سے مرید ہو چکی ہیں۔ تب شاہ صاحب نے کہا کہ اس سے پوچھو کہ وہ جب مرید ہو چکی ہے تو دوبارہ پھر کیوں مرید ہونا چاہتی ہے تب بھائی نے بہن سے پوچھ کر بتایا کہ مولانا چندی پوری کو لوگ خراب کہتے ہیں۔ تب شاہ صاحب یہ سن کر ناراض ہوئے اور مرید کرنے سے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ جو وہ ہیں وہی ہم ہیں ان کو خراب کہنے والے خود خراب ہیں وہاں سے غصہ میں باہر آئے یہاں لوگوں کا مجمع تھا لوگوں کے سامنے شاہ صاحب نے فرمایا: مولانا عابد وہ ہیں جو اپنے پاؤں پر کھڑے ہیں، ہم تو دوسرے کے سائے میں کھڑے ہیں۔

یہ واقعہ ان لوگوں کے لئے تازیانۂ عبرت ہے جو میتن گھاٹ سے تعلق رکھتے ہیں اور مولانا عابد صاحب کو بُرا کہتے ہیں۔

خواجہ شاہد حسین اور مولانا محمد عابد صاحب: (شاہ درگاہی) اپنے والد کے انتقال کے بعد بارگاہِ عشق خانقاہ میتن گھاٹ کے سجادہ نشین ہوئے ان کی عمر اس وقت ۱۶ یا ۱۷ سال ہوگی۔ تعلیم گلستاں بوستاں (فارسی)، میزان منشعب (عربی قواعد کی پہلی کتاب) تک تھی اس کے بعد تعلیم بند ہوگئی۔ وہ سجادہ نشین ہو کر جب پورنیہ (ابھی کا پورنیہ ڈویزن جو کٹیہار، کشن گنج،

ارر یہ اور صدر ضلعوں میں مشتمل ہے) آئے تو یہ لوگ جو دارالعلوم کے مخالف تھے موقع غنیمت جان کر ان سے ملے اور ان کو شیشہ میں اتار اکسنی میں نا تجربہ کاری کی وجہ سے وہ ان لوگوں کے پھندے میں پھنس گئے اس طرح شاہ درگاہی کی سرپرستی میں دارالعلوم کی مخالفت کو طاقت ملی اور برسوں یہ قصہ چلا۔ بحرالعلوم والے دارالعلوم والوں کو کافر وہابی وغیرہ کہہ کر دارالعلوم کو چندہ دینے سے منع کرتے تھے۔ مولانا عابد اپنے حلقہ میں جاتے ان کے سامے یہ قضیے پیش ہوئے تو وہ کہتے بحرالعلوم بھی مدرسہ ہے آپ لوگ اس میں بھی چندہ دیجئے دارالعلوم کو بھی دیجئے اسی کشمکش میں برسوں بیت گئے۔ اکثر چندہ دینے والے دو گروپوں میں بٹ گئے۔ یہاں تک کہ ۱۹۵۸ء میں مولانا محمد عابد صاحب کا انتقال ہوگیا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

درگاہی میاں کی صلح کی پیشکش: مولانا عابد صاحبؒ کے انتقال کے بعد شاہ درگاہی ایک سفر کے دوران سیتلپور پہنچے (یہ بستی رحمن پور سے پورب قریب ہی ہے) اور مجھے وہاں بلایا۔ ایک کمرہ میں شاہ صاحب تھے اور وہاں کے شرف الحق سرکار اور میرے ساتھ میرے پڑوسی اور دوست جلال الدین خان جو شاہ صاحب کے پیر بھائی تھے موجود تھے باقی لوگوں کو کمرے سے باہر کردیا گیا تب شاہ صاحب نے مجھ سے کہا کہ دارالعلوم کے بانی مولانا عابد صاحب حضرت لطیفی کے خلیفہ اور حضرت لطیفی حضرت شاہ لطیف علی کے خلیفہ ہم سب تو ایک ہی ہیں میری خواہش ہے کہ دارالعلوم بحرالعلوم کا جھگڑا ختم ہو ایک جلسہ بلایا جائے اور ہم لوگ مل کر اعلان کریں کہ ہم سب ایک ہیں۔

میں نے اس کے جواب میں کہا کہ خیال اچھا ہے بڑی اچھی بات ہے لیکن ایک مشکل یہ ہے کہ مولانا عابد صاحب کئی سال پہلے انتقال کرچکے ہیں ان سے اگر کسی بات سے توبہ کرانا ہو تو اب اس کے لئے وہ موجود نہیں اس لئے یہ بات ناممکن ہے اس پر وہ کچھ دیر چپ رہے میں نے کہا کہ جھگڑے کی بنیاد یہ ہے کہ مولانا عابد صاحب علمائے دیوبند کو کافر نہیں کہتے تھے اسی لئے وہ دیوبندی مولویوں کو دارالعلوم لطیفی میں مدرس رکھا ہے۔ اب آپ بتائیے کہ آپ کے بزرگوں

میں سے کس کس نے دیوبند کے علماء کے کفر کا فتویٰ دیا ہے؟ اس پر شاہ شاہد حسین عرف درگاہی میاں نے فوراً کہا کہ ہم اہل طریقت ہیں ہم لوگوں کو اس جھگڑے سے کوئی مطلب نہیں ہمارے کسی بزرگ نے علماء دیوبند کے کفر کا فتویٰ نہیں دیا ہے۔

پھر میں نے کہا کہ ہمارے دادا نے بھی ان حضرات کو کفر کا فتویٰ دینے سے انکار کیا تھا اس لئے میں، میرے باپ دادا اور آپ کے باپ دادا سب کے سب بریلویوں کے نزدیک کافر ہیں اس پر وہ ہنسنے لگے اور مجھ سے کہا کہ آپ دارالعلوم جا کر مولانا شہاب الدین بن مولانا عابد صاحب سے ملاقات کر کے ان سے کہئے اور صلح کے لئے سلسلہ شروع کیجئے۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ایک مدت تک اختلاف کرنے کے بعد صلح کے لئے آمادہ ہونے کی وجہ کیا ہے یقینی بات یہ ہے کہ غور اور تجربہ کے بعد ان کی سمجھ میں یہ بات آئی یہ جھگڑا دراصل مذہبی نہیں بلکہ سیاسی ہے۔ دارالعلوم دیوبند والے انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی میں کانگریس کے ساتھ مل کر جدوجہد کرتے رہے تھے۔ اور وہاں کے دو فارغ دارالعلوم لطیفی میں مدرس رکھے گئے تھے اور بحرالعلوم کے کرتا دھرتا مسلم لیگی تھے اور کانگریس کے دشمن پبلک ہمارے علاقہ کی سیاست سے عام طور پر نا آشنا تھی اس لئے مذہب کے نام پر ایک جھگڑا کھڑا کر دیا گیا۔

غرض شاہ درگاہی سے بات چیت کے بعد میں دارالعلوم لطیفی گیا اور مولوی شہاب الدین، مولوی منور، مولوی عبدالرزاق کے سامنے میں نے شاہ درگاہی کی تجویز رکھی ان سب نے کہا کہ ہم لوگ جھگڑا کر ہی نہیں رہے ہیں جھگڑا تو بحرالعلوم والے کر رہے ہیں۔ ہم لوگ ہر وقت صلح کے لئے آمادہ ہیں۔ میں گھر آ کر شاہ درگاہی کی بات کا انتظار کرنے لگا۔ مگر پھر درگاہی میاں نے کبھی مجھ سے اس کے متعلق نہیں پوچھا اور بے پوچھے میں نے کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا۔ معلوم نہیں کیا رکاوٹ ہوگئی اب ان واقعات کے بعد میتن گھاٹ کے متوسلین کا دارالعلوم لطیفی یا مولانا عابد صاحب کی مخالفت نادانی اور ہٹ دھرمی ہی سمجھی جائے گی۔

حضرت مخدوم شرف الہدیٰ اور مولانا عابد صاحب: جب مولانا عابد

صاحب اور دارالعلوم کا قصہ چھڑ گیا ہے تو اس سلسلہ کی ایک اہم کڑی ایک واقعہ ہے۔ ۱۹۵۲ء کی بات ہے ان دنوں میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کالج، دہلی میں پڑھتا تھا گرمی کی چھٹیوں کا زمانہ تھا میں گھر پر تھا، بحر العلوم کی ایک میٹنگ خلاف معمول خانقاہ رحمٰن پور میں رکھی گئی غالباً یہ مجلس شوری کی میٹنگ تھی اس کے لئے والد صاحب (حضرت مخدوم صاحبؒ) سے اجازت مانگی تو انہوں نے یہ کہہ کر معذرت کی کہ رمضان کی چھٹی مدرسہ میں ہوگئی ہے یہاں سناٹا ہے ہم اس کے لئے کوئی انتظام نہیں کر سکتے تو شرف الحق سرکار سیتلپوری نے کہا کہ آپ فکر نہ کریں سارا انتظام ہم لوگ کریں گے صرف اجازت اور جگہ چاہتے ہیں تب انہوں نے اجازت دیدی اس کے بعد ان سے شرکت کی درخواست کی گئی تو انہوں نے کہا کہ میں آج کل شادی کے انتظام میں مصروف ہوں موقع نہیں ہے تب ان لوگوں کے اصرار پر انہوں نے ۹ بجے سے ۱۱ بجے دن تک ۲ گھنٹے شرکت کا وعدہ کرلیا۔

میٹنگ کے روز لوگ آ گئے مگر درگاہی میاں کا پتہ نہیں لوگ انتظار کرنے لگے والد صاحب کو کندیلہ جانا تھا پہلے ہی سے دعوت تھی ۱۱ بج کر ۳-۴ منٹ ہو گئے تو چند لوگوں کو بلا کر کہا کہ کیا بجا ہے لوگوں نے بتایا تب انہوں نے کہا کہ میرا شریک ہونے کا وقت جس کا وعدہ تھا ختم ہو چکا ہے اب ہم کندیلہ جارہے ہیں وہ چلے گئے ظہر بعد واپس ہو کر وہ سنار کے پاس بیٹھ گئے وہ زیور بنا رہا تھا میرے چھوٹے بھائی چراغ عالم کی شادی کے لئے۔ مسجد میں کافی لوگ جمع تھے اور یہ خبر آئی کہ درگاہی میاں اب مغرب تک سیتلپور آئیں گے اور وہیں میٹنگ ہوگی، مخدوم صاحب خواجہ صاحب بھی وہاں آئیں۔ تب میٹنگ کے اہم لوگوں نے مشورہ کر کے ۵ آدمی کو نمائندہ بنا کر حضرت مخدوم صاحبؒ کے پاس بھیجا۔

وفد نے ان سے پوچھا کہ ہم لوگ مولانا عابد صاحب کے خلاف تحریک چلانا چاہتے ہیں آپ ہم لوگوں کا ساتھ دیں گے یا نہیں۔ انہوں نے اطمینان سے وفد کی باتیں سنیں اور کہا کہ ''مولانا محمد عابد صاحب میرے استاذ ہیں اور میرا تعلق ان سے ایسا ہی رہے گا جیسا کہ ایک

شاگرد کا اپنے استاذ سے ہونا چاہیئے''۔ یہ بات انہوں نے بڑی مضبوطی اور ٹھہراؤ کے ساتھ کہی اور چپ ہو گئے۔ پھر ان لوگوں کو کچھ کہنے کی ہمت نہ پڑی۔

بعد مغرب جناب خواجہ وحید اصغر صاحب سیتلپور گئے لیکن والد صاحب نہیں گئے دوسری صبح جلال الدین خاں شاہ درگاہی کا پیغام لے کر آئے کہ آپ رات میٹنگ میں نہیں گئے درگاہی میاں آپ کو سمجھانے کے لئے یہاں آنا چاہتے ہیں۔ اس پر والد صاحب نے کہا کہ جلال خاں تم ہم کو بچپن سے جانتے ہو میرا فیصلہ اٹل ہوتا ہے۔ درگاہی میاں آئیں خوش آمدید ہم ان کا استقبال کریں گے لیکن وہ یہ سمجھ کر آنا چاہتے ہیں تو آئیں کہ ہم ان کی یہ بات نہیں مانیں گے یہ خبر ملی تو درگاہی میاں نہیں آئے۔

چچا جان جناب خواجہ وحید اصغر صاحب کی چند اہم باتیں:

(۱) ترکی میں اسلامی خلافت کا مرکز تھا سلطان عبدالحمید خلیفہ وقت امیر المومنین سے انگریزوں نے خلافت کا خاتمہ کر دیا تھا ظاہر ہے عالم اسلام میں سخت غیظ وغضب پھیلا خاص کر ہندستان میں خلافت کمیٹی بنی۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی اس کے سربراہ تھے اور مولانا محمد علی جوہر مولانا آزاد وغیرہ وغیرہ اس کے لیڈر گاندھی جی نے بھی اس تحریک کی حمایت کی تھی۔ ہمارے علاقہ میں بھی خلافت کمیٹی کے جلسہ جلوس کا سلسلہ رہا جس کی تفصیل تو مجھے معلوم نہیں چچا صاحب نے بتایا کہ ہم لوگ جلوس میں جاتے تھے تو ترانہ گاتے تھے:

آن والے مولوی کیا شان والے مولوی
مولوی محمود حسن عرفان والے مولوی

اس تحریک میں مولانا محمد علی جوہر مولانا شوکت علی گوہر کی والدہ بھی جوش جہاد میں نکل کھڑی ہوئیں اس سلسلہ کی ایک نظم کا ٹکڑا چچا جان نے گا کر سنایا ع

بولیں اماں محمد علیک کی جان بیٹا خلافت پہ دیدو

اور ترانہ کی ایک کاپی بھی میں نے گھر میں دیکھی تھی بچپن کا زمانہ تھا افسوس کہ وہ محفوظ نہیں۔